Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities

(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English

ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)

Home Page: http://www.arjish.com

Approved by HEC in "Y" Category

Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.

Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan

Website: www.arjish.com

Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020

This work is licensed under a

Creative Commons Attribution 4.0 International License

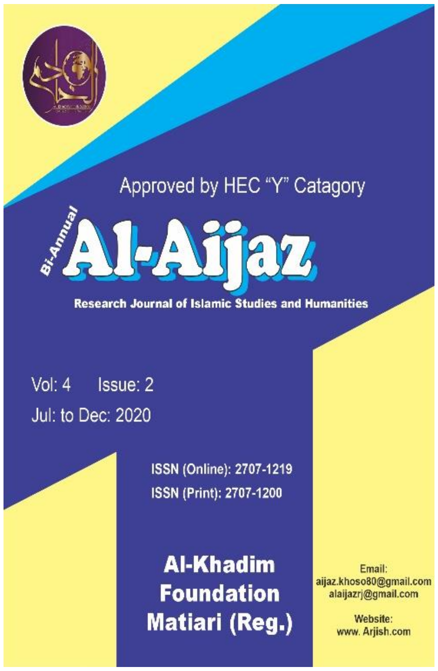

TOPIC:

Comparison of Common Human Rights with the UN Universal Declaration of Human Rights in the Context of the Farewell Sermon

AUTHORS:

1. Abdul Razaq, Assistant Professor, Department of Islamic Studies. Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Punjab, Pakistan.
Email: arazaq@gudgk.edu.pk, ORCID: https://orcid.org/0000-0002-2152-4060.
2. Muhammad Usman Khalid Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Engineering & Technology, Lahore, Punjab, Pakistan.
Email: muhammadusmankhalidryk@gmail.com, ORCID: https://orcid.org/0000-0001-6391-8474.

How to cite:

Razaq, A., & Khalid, M. U. . (2020). U-22 Comparison of Common Human Rights with the UN Universal Declaration of Human Rights in the Context of the Farewell Sermon. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities*, *4*(2), 335-350.
https://doi.org/10.53575/u22.v4.02(20).335-350

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/162

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 335-350

Published online: 2020-12-20

QR Code

خطبہ حجۃ الوداع کے تناظر میں مشترک انسانی حقوق کا اقوام متحدہ کے عالمی منشور سے موازنہ

Comparison of Common Human Rights with the UN Universal Declaration of Human Rights in the Context of the Farewell Sermon

Abdul Razaq*
Muhammad Usman Khalid**

Abstract

The last Hajj performed by the Messenger of Allah is called the Farewell Hajj in two respects. One is that you did the last Hajj and also with reference to the fact that the Holy Prophet himself said in this sermon: O people! By God, I don't know if I will be able to meet you in this place after today. You specifically said, "Ask me questions, learn and ask what you have to ask." I may not be able to meet you like this later this year.It was as if the Holy Prophet himself was saying goodbye. On this occasion, this Hajj is called the Farewell Hajj.The United Nation General Assembly, approved the: "Universal Declaration of Human Rights" on Dec. 1948. Following this historic achievement, the Assembly urged all its member states to make the announcement public and participate in its dissemination. The purpose of this manifesto was to protect basic human rights throughout the world and to find solutions to various problems facing nations. The rights granted to man under the United Nations Charter, established in the twentieth century, were granted to him by Islam fourteen hundred years ago. The 30 articles of the UN Charter define basic human rights in various ways. These provisions relate to social, religious and human rights. When we compare the Farewell Sermon of the Holy Prophet with this Manifesto, where many similarities come to the fore, the differences are also noticeable.

Keywords: Human Rights, United Nations Charter, Last Sermon of the Prophet

ابتدائیہ:

رسول اللہ ﷺ نے جب آخری حج کیا تو اس موقع پر آپ ﷺ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار کم و بیش صحابہ کرام سے جو خطاب کیا تھا اس کو خطبہ حجۃ الوداع کا نام دیا جاتا ہے اس خطبہ کو حجۃ الوداع کا نام اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ اس میں آپ نے اپنے دنیا سے رخصت ہونے کا اشارہ کیا۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: أيها الناس إني والله لا أدري لعلي لا ألقاكم بعد يومي هذا-[1] اے لوگو! بخدا مجھے معلوم نہیں کہ آج کے بعد میں اس جگہ پر تم سے مل سکوں گا یا نہیں؟

گویا حضور ﷺ خود بھی اپنے آپ کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کو الوداع کہہ رہے تھے۔ اس مناسبت سے اس حج کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اس آخری خطبہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے بطور خاص انسانی حقوق کا ذکر کیا ہے۔ نبی ﷺ نے اس ماحول میں انسانی حقوق کا بانگ دہل پر چار

* Dr Abdul Razaq, Assistant Professor ,Department of Islamic Studies. Ghazi University, Dera Ghazi Khan, Punjab, Pakistan.
E-mail: arazaq@gudgk.edu.pk, ORCID: https://orcid.org/0000-0002-2152-4060.
** Muhammad Usman Khalid Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, University of Engineering & Technology, Lahore, Punjab, Pakistan.
E-Mail: muhammadusmankhalidryk@gmail.com, ORCID: https://orcid.org/0000-0001-6391-8474.

کیا۔ جس معاشرہ میں لوگ حقوق تو کیا انسان کی قدر سے بھی ناواقف تھے۔ یہاں تک کہ لوگ جنگ وجدل کے علاوہ بھی معصوم لوگوں کا ناحق قتل کر دیتے اور معاشرہ میں ایسے اقدام پر خوشی و فخر کے شادیانے بجائے جاتے۔ اسلام نے آکر لوگوں کے نہ صرف حقوق کی بات کی بلکہ عملاً بھی انسانوں کو حقوق دلوائے۔ عصر حاضر بالخصوص مغرب میں انسانی حقوق پر بہت بات کی جاتی ہے۔ میگنا کارٹا، انقلاب فرانس وغیرہ کو بطور شہادت لایا جاتا ہے کہ مغربی لوگوں نے انسانی حقوق کے تحفظ کا قدم اٹھایا ہے۔ مغرب میں باضابطہ طور پر اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 10 دسمبر 1948ء کو "انسانی حقوق کا عالمی منشور" منظور کر کے اس کا اعلان عام کیا۔ اس تاریخی کارنامے کے بعد جنرل اسمبلی نے اپنے تمام ممبر ممالک پر زور دیا کہ وہ بھی اپنے اپنے ہاں اس کا اعلان عام کریں اور اس کی نشر واشاعت میں حصہ لیں۔ اس منشور کا مقصد پوری دنیا میں بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کرنا اور اقوام کو درپیش مختلف مسائل کا حل تلاش کرنا تھا۔ بیسویں صدی میں قائم ہونے والی اقوام متحدہ کے اس چارٹر کے تحت انسان کو جو حقوق دیے گئے ہیں اس کے برعکس اسلام نے چودہ سو سال پہلے یہ تمام بنیادی حقوق انسان کو دلوا دیے تھے۔ اقوام متحدہ کے اس منشور کی 30 دفعات میں مختلف پیرائیوں میں بنیادی انسانی حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔ یہ دفعات معاشرتی، مذہبی اور انسانی حقوق سے متعلق ہیں۔ جب ہم آنحضرت ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کا اس منشور سے موازنہ کرتے ہیں تو جہاں بہت سے مماثل پہلو سامنے آتے ہیں۔ وہیں پر اختلافات بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ اس تحقیق میں مماثل نکات کا مختصراً تقابل پیش کیا گیا ہے۔

اقوام متحدہ نے اپنے چارٹر میں انسانی حقوق کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

"Those rights, which are inherent in our nature and without which we cannot live as human being.[2] "

وہ حقوق جو فطرتی حقوق ہیں اور ان کے بغیر زندگی انسانوں کے لیے گزارنا مشکل ہو جاتی ہے۔

انسانی حقوق کی تعریف میں سب سے بڑا مشکل کام یہی ہے کہ تعریف کی حد بندی نہیں کی جا سکتی۔ یہ ایک ایسی اصطلاح ہے جو بہت بڑے وسیع پیمانے پر انسانی زندگی کے جملہ متعلقہ معاملات پر محیط ہے۔ چاہے اس کا تعلق انفرادی زندگی سے ہو یا اجتماعی انسانی زندگی سے۔ پھر انسانی حقوق کی اصطلاحات کی حد بندی اس لحاظ سے بھی بہت بڑا مشکل کام ہے کیونکہ دنیا میں مختلف مذاہب، تہذیبوں اور نظریات کے حامل لوگ رہتے ہیں اگر ایک بات ایک مذہب یا نظریات کے حامل لوگوں کے موافق ہے تو وہی بات دوسرے ادیان والوں کے ہاں ممنوع اور حرام ہوتی ہے۔ اہل مغرب نے انسانی حقوق کو Universal Rights کہا ہے۔ پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ انسانی حقوق تمام انسانوں میں برابر برابر ہونے چاہیں۔ بنیادی حقوق کی تقسیم میں معاشرہ کے سبھی افراد برابر ہیں۔ جیسے ایک مغربی محقق لکھتا ہے:

"Human rights are universal, and as such they have predominance over other rights given to people for other different reasons human rights are hold equally by all human because, being human cannot be renounced, lost, or for feinted human rights are inalienable."[3]

لیکن درج بالا نظریہ حقیقت اور مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسانوں کے مختلف معاشروں میں وسائل کی تقسیم ہی

برابر نہیں ہے۔تو پھر انسانی حقوق کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟خود امریکہ میں سیاہ فام لوگ کئی صدیوں تک غلامی کی زندگی گزارتے رہے ہیں۔ ان پر وسائل کے دروازے بند تھے۔ لہٰذا انسانی حقوق کو Universal''''حقوق کا نام دے کر تمام لوگوں کو ایک ہی طرز کے حقوق پر عمل کرنے کا پابند بنانا جو کہ یورپ اور مغرب کے ہاں رائج ہے یہ خود مغربی لوگوں کے متضاد نظریات کی عکاسی ہے۔اسی طرح مغربی لوگوں کے نزدیک انسانی حقوق کے تحفظ کی تحریک میں بھی تضاد نظر آتا ہے۔کچھ مغربی سکالرز نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ انسانی حقوق اور آزادی کے لیے برطانیہ کا میگنا کارٹ(Megna Cart)1215ء پہلی اور بنیادی دستاویز ہے۔ لیکن خود دوسرے مغربی اسکالرز نے اس بات کو رد کیا ہے۔ جیسے ہنری ماش لکھتے ہیں:

"The magna carta was no more rather than a charter of landlords and funerals"[4] .

انسائیکلوپیڈیا آف سوشل سائنس کی تحقیق کے مطابق انسانی حقوق کی اصطلاح اٹھارھویں صدی کی ایجاد ہے:

"The expression “Human Rights ”a term of Arts is of recent origin Even in his French inspired from “rights of man “it goes back only to the last decade of eighteen century."[5]

آرٹس میں ہیومن رائٹس کی اصطلاح حال زمانہ کی ایجاد ہے حتیٰ کہ انقلاب فرانس میں بھی Rights of man کے نام سے مشہور تھے۔ اس اصطلاح کا آغاز اٹھارھویں صدی کے آخر میں ہوتا ہے۔

اسلام میں حقوق کی درج ذیل تین بنیادی اقسام ہیں:

(1)حقوق اللہ (2)حقوق العباد (3)حقوق مشترکہ

(1)حقوق اللہ:

امام شاطبیؒ نے الموافقات میں حقوق اللہ کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

''مافهم من الشرع انه لاخيره فيه للمكلف كان له معنىٰ معقول او غير معقول۔''[6]

اللہ کا وہ حق جن کا شریعت میں مکلف کے لیے اس میں کسی قسم کا اختیار نہ ہو چاہے اس کی حکمت انسان کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

حقوق اللہ کا تعلق کسی نہ کسی طرح ذات باری سے ہوتا ہے۔ان کی درج ذیل آٹھ اقسام ہیں:

1۔عبادات خالصہ: جیسے ایمان، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور جہاد

2۔وہ عبادت جس میں دوسروں کی مدد ہو۔ جیسے کسی نادار کی مدد کرنا اسی طرح صدقہ فطر وغیرہ بھی عبادت ہے۔

3۔غریب کی مالی مدد کرنا جس میں عبادت بھی ہو۔ جیسے عشر، زکوٰۃ اور مجاہدین کی مدد کرنا۔

4۔ایسی مالی معاونت جس میں سزا کا عنصر بھی ہو۔ جیسے خراج یہ ایک طرح کی سزا ہے۔

5۔خالص سزائیں جو مکمل نافذ ہوں۔ جیسے زنا کی حد، شراب کی حد، پاک دامن عورتوں پر الزام لگانے کی حد وغیرہ۔

6۔عقوبات قاصرہ: جیسے قاتل کو اس وراثت میں حصہ سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

7۔عبادت بھی اور سزا بھی ہو۔ جیسے قسم توڑنے یا روزہ توڑنے کا کفارہ ان میں سزا اور عبادت مشترک ہیں۔

8۔وہ حق جو بندہ پر بذات خود قائم ہوں۔ جیسے غنائم اور معاون سے نکلنے والا خمس۔[7]

(2)حقوق العباد:

علامہ قرافی رحہ نے حقوق العباد کی یوں تعریف ذکر کی ہے:

"مایتعلق به مصلحة خاصة کحرمة مال الغیر وکبدل المتلفات والخصویات واثمان البیعات الیٰ غیر ذلک من مصالحة فی الدنیا۔"[8]

(وہ چیزیں ہیں جن کے ساتھ لوگوں کی مصلحتیں وابستہ ہوں جیسا کہ دوسرے کے مال کی حرمت اور کسی کی تلف کی گئی یا چھینی گئی چیزوں کا متبادل اور بیچی گئی چیزوں کی قیمتیں اور اسی طرح دیگر دنیاوی مصلحتیں ہیں۔)

الغرض حقوق اللہ اور حقوق العباد میں فرق یہ ہے کہ اللہ کے حقوق میں صلح اور معافی نہیں ہوتی جب تک اللہ تعالیٰ خود رعایت نہ دے۔ جبکہ حقوق العباد میں صلح، اسقاط، معاوضہ اور معافی تلافی ہوتی ہے۔

(3)حقوق مشترکہ:

ایسے حقوق جو کہ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے مابین مشترکہ ہوتے ہیں۔ ان میں کبھی تو بندوں کے حق پر اللہ کا حق غالب ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں حکم اللہ تعالیٰ کے حق خالص کی طرف لوٹے گا اور اگر بندوں کا حق اللہ کے حق پر غالب ہو تو اس میں حق العباد غالب ہو گا۔ حد قذف میں اللہ کا حق بھی ہے اور ساتھ ساتھ بندوں کا بھی حق ہے لیکن یہاں حق اللہ غالب ہے۔ لہٰذا حد قذف کسی کے معاف کرنے سے ساقط نہیں ہو سکتی۔

ولما کان حق اللہ تعالیٰ ھو المغلب فیه لذلک لا یجری فیه ارث ولا اسقاط بعفو۔[9]

اور جس میں حق اللہ غالب ہو اس میں نہ تو وراثت جاری ہوتی ہے اور نہ ہی اسے معاف کر کے ساقط کیا جا سکتا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کے منشور کی عمومی حیثیت میں فرق:

آج سے چودہ سو سال پہلے محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں انسانی حقوق کا اکمل ترین منشور پوری انسانیت کے سامنے پیش کیا جو تا قیامت انسانی عزت و تکریم کا محافظ بن گیا۔ جاہلیت کے تمام تعصبات اسلام کے نور سے چھٹ گئے۔ ہجرت کے دسویں سال آپ ﷺ اپنے آخری حج کے لیے روانہ ہوئے تو کم و بیش ایک لاکھ جانثاران کا ساتھ تھا۔ 9 ذی الحج کو میدان عرفات میں اللہ کے نبی نے حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرمایا۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 10 دسمبر 1948ء کو "انسانی حقوق کا عالمی منشور" منظور کر کے اس کا اعلان عام کیا، جو کہ 30 دفعات پر

مشتمل تھا۔اس تاریخی کارنامے کے بعد اسمبلی نے اپنے تمام ممبر ممالک پر زور دیا کہ وہ بھی اپنے اپنے ہاں اس پر عمل درآمد کا اعلان عام کریں اور اس کی نشر و اشاعت میں حصہ لیں۔ مثلاً یہ کہ اسے نمایاں مقامات پر آویزاں کیا جائے۔ خاص طور پر اسکولوں اور تعلیمی اداروں میں اسے پڑھ کر سنایا جائے، اس کی تفصیلات واضح کی جائیں اور اس ضمن میں کسی ملک یا علاقے کی سیاسی حیثیت کے لحاظ سے کوئی امتیاز نہ برتا جائے۔

اس منشور کا مقصد پوری دنیا میں بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ کرنا تھا اور اقوام کو درپیش مختلف انسانی حقوق کے مسائل کا حل تلاش کرنا تھا۔ بیسویں صدی میں قائم ہونے والی اقوام متحدہ کے اس چارٹر کے تحت انسان کو جو حقوق دیے گئے ہیں۔ان کی اہمیت اپنی جگہ پر مگر اسلام نے چودہ سو سال پہلے یہ تمام بنیادی حقوق انسان کو دلوا دیے تھے۔

اقوام متحدہ کے اس منشور کی 30 دفعات میں مختلف پیرایوں میں بہت سے بنیادی انسانی حقوق کا تعین کیا گیا ہے۔یہ دفعات معاشرتی، مذہبی، لسانی اور کمزور طبقہ کے لوگوں کے حقوق سے متعلق ہیں۔ جب ہم آنحضرت ﷺ کے خطبہ حجۃ الوداع کا اس منشور سے موازنہ کرتے ہیں تو جہاں بہت سے مماثل پہلو سامنے آتے ہیں وہاں اختلافات اور تضادات بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں اقوام متحدہ کی 30 دفعات میں سے 9 دفعات متنازعہ اور اختلافی قرار دی جاسکتی ہیں۔ [10]

خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کے عالمی منشور میں بنیادی فرق یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور کی حیثیت ایک ایسے قانون کی ہے جسے انسانی عقل اور فکر نے بیک جنبش قلم نافذ کر دیا ہے۔ جبکہ خطبہ حجۃ الوداع میں جو قوانین واصول پیش کیے گئے ہیں وہ سب کے سب الہامی ہیں۔انسانی عقل کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ بلکہ ان قوانین کے نفاذ سے پہلے کئی سال تک لوگوں کے اذہان و قلوب کی تیاری کا کام کیا گیا اور ان کی ایسی اخلاقی تربیت کی گئی کہ ان کے لیے ان قوانین کی پیروی کرنا آسان ہو گیا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں کوئی ایسی پابندی نہیں لگائی گئی اور کسی ایسے قانون کا اعلان نہیں کیا گیا جس کے لیے لوگ پہلے سے تیار نہ تھے۔ بدکاری کی سزا، سود کی حرمت اور دیگر معاشرتی پابندیاں سب اس سے پہلے ہی بتدریج اسلامی معاشرے میں نافذ جاچکی تھیں۔

اقوام متحدہ کے منشور کے نفاذ سے پہلے اس کے برعکس لوگوں کی ذہنی اور اخلاقی حالت کا کوئی جائزہ نہیں لیا گیا۔ دنیا کے چند ممالک کے حکمرانوں نے مل بیٹھ کر یہ منشور ترتیب دیا اور اسے نافذ کر دیا گیا۔ جس پابندی کے پیچھے صرف اور صرف انسانیت پر ظلم کی داستانیں ہی ہیں۔انسانی حقوق کی پامالی میں اشرافیہ کا طبقہ پیش پیش رہا ہے۔آج بھی انسانی حقوق کی پامالی میں دنیا کے بڑے بڑے ممالک صف اول کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اقوام متحدہ کے منشور کی خوبیوں کا ماخذ اصلی کیا ہے ؟ کہا جاتا ہے کہ 1215ء میں جو میگنا کارٹا نامی قانون بنا تھا۔ وہ اس منشور کی خوبیوں کا ماخذ ہے۔ مگر خطبہ حجۃ الوداع زمانی اعتبار سے میگنا کارٹا سے بھی پرانا ہے۔اس لیے میگنا کارٹا کی خوبیوں کے اصل ماخذ کے بارے میں بھی سوال پیدا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں جتنے بھی مناشیر بنائے جاتے ہیں ان میں اسلامی تعلیمات سے راہنمائی لی جاتی ہے اور ان مناشیر میں جتنا بھی خیر کا پہلو ہوتا ہے۔اس کا ماخذ اسلامی تعلیمات ہی ہیں۔ جب اقوام متحدہ کا یہ منشور بنایا گیا تب بھی اہل

مغرب مسلمانوں کے دور عروج اور ان کے دین کی تعلیمات سے واقف تھے۔اس لیے یہ کہنا بجا طور پر درست ہے کہ اس منشور کے پہلوئے خیر کا اصل ماخذ بھی اسلام ہی ہے۔

اقوام متحدہ کی فریق ریاستیں اور حکومتیں ہیں نہ کہ ان ریاستوں کے عوام براہ راست اقوام متحدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لیے اقوام متحدہ کا منشور براہ راست افراد معاشرہ پر لاگو نہیں ہو سکتا۔یہ قانون صرف طاقت کے زور پر چل سکتا ہے۔مگر اقوام متحدہ کسی قسم کی فوجی طاقت کے لیے بھی بڑی طاقتوں کی محتاج ہے۔اسی وجہ سے اس کے منشور کا اطلاق بھی غیر جانبدارانہ طور پر نہیں ہو سکتا جبکہ خطبہ حجۃ الوداع کے مخاطب اس کے برعکس عوام ہیں۔ جن کی انفرادی زندگیوں سے متعلق احکام اس خطبے میں دیے گئے ہیں۔ان احکام کے پیچھے مذہب کی طاقت کارفرما تھی۔ نیز سالوں پر محیط اخلاقی تربیت بھی۔اس لیے کسی ڈنڈے کے خوف کے بغیر لوگ ان احکام پر عمل پیرا ہوئے کیونکہ وہ اللہ کو نگران مانتے تھے۔اقوام متحدہ کے منشور کے پس منظر میں چونکہ کوئی مذہبی قوت کارفرما نہیں تھی۔اس لیے لوگوں کو اس کے اصول وضوابط کا پابند کرنا آسان نہ تھا اور نہ ہی اقوام متحدہ دنیا کے ہر خطے میں اپنے منشور کی پابندی کی نگرانی کر سکتی ہے۔لہٰذا وہ افراد کے حقوق کی ضامن نہیں بن سکتی۔خطبہ حجۃ الوداع تمام مسلم افراد کی زندگیوں میں لاگو ہوتا ہے کیونکہ اس کے پیچھے اسلام کی قوت عظیم کارفرما ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کے منشور کے مشترک نکات

ذیل میں ان انسانی حقوق کی نشاندہی کی جاتی ہے جو خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور میں مشترک ہیں۔

1۔حق مساوات

آنحضرت ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں اس بات پر زور دیا ہے کہ سب انسان برابر ہیں اور کسی کو کسی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے سوائے تقویٰ کے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: يا أيها الناس، إن ربكم واحد، وإن أباكم واحد۔[11] اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔

گویا کہ ایک ہی رب کی مخلوق ہونے اور ایک ہی باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے تمام انسان ایک دوسرے کے برابر ہیں۔فطرت کا بھی یہی تقاضا ہے۔اس سے مماثل نکتہ اقوام متحدہ کے حقوق انسانی کے عالمی منشور میں یوں بیان کیا گیا ہے: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔[12]

اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور میں نسل، رنگ، زبان اور جنس وغیرہ کی بنا پر انسانوں کے بنیادی حقوق کے سلب کرنے پر پابندی لگائی ہے اور ایسے امتیازات کا خاتمہ کیا گیا ہے۔مگر آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت ﷺ نے رنگ و نسل کی بنا پر ایک شخص کی دوسرے شخص پر فضیلت کا یوں انکار فرمایا: "ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولا لأحمر على أسود، ولا أسود على أحمر، إلا بالتقوى"۔[13] "یاد رکھو! کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی سرخ کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر سوائے

تقویٰ کے اور کسی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں ہے"۔

خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور میں اختلافی پہلو یہ ہے کہ منشور میں صرف مساوات کا ذکر ہے جبکہ کردار کے لحاظ سے فضیلت کا معیار نہیں بنایا گیا۔ جبکہ اسلام میں کردار کی فضیلت کا معیار ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: إن أكرمكم عند الله أتقاكم۔[14] بے شک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

2۔ جان ومال اور عزت وآبرو کا تحفظ

خطبہ حجۃ الوداع میں جان ومال اور عزت کی ضمانت دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "فإن دماءكم، وأموالكم، وأعراضكم، بينكم حرام، كحرمة يومكم هذا، في شهركم هذا، في بلدكم هذا"۔[15] "بے شک تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزت آپس میں اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح یہ دن قابل احترام ہے یہ مہینہ قابل احترام ہے اور یہ شہر قابل احترام ہے"۔

جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ضمانت اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے منشور کی مختلف دفعات میں یوں دی گئی ہے:

(1) "ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق ہے"۔[16]

(2) "کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کا حق ہے کہ قانون اسے حملے یا مداخلت سے محفوظ رکھے"۔[17]

(3) "ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائداد رکھنے کا حق ہے۔ کسی شخص کو زبردستی اس کی جائداد سے محروم نہیں کیا جائے گا"۔[18]

یہ بات ذہن میں رہے کہ خطبہ حجۃ الوداع میں صرف مسلمانوں کی جان، مال اور عزت وآبرو کی حرمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ مگر اسلامی قوانین میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اسلامی ریاست میں بسنے والے تمام اقلیتی افراد کی جان، مال اور عزت وآبرو کو بھی یکساں تحفظ حاصل ہوتا ہے۔

3۔ قانونی مساوات اور منصفانہ سماعت کا حق:

اقوام متحدہ کا عالمی منشور ہر شخص کو قانونی مساوات، منصفانہ سماعت، برات کا حق دیتا ہے۔ کسی بھی شخص کو کسی کی خواہش یا حاکم کی مرضی سے گرفتار یا قتل نہیں کیا جاسکتا تاوقتیکہ اس کو کسی عدالت میں اپنی صفائی اور برات کا موقع نہ دیا جائے۔ قانونی مساوات اور منصفانہ سماعت کی وضاحت اقوام متحدہ کے بنیادی انسانی حقوق کے منشور میں مختلف مقامات پر یوں کی گئی ہے:

(۱)"ہر شخص کا حق ہے کہ ہر مقام پر قانون اس کی شخصیت کو تسلیم کرے"۔[19]

(۲)"قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حقدار ہیں۔ اس اعلان کے خلاف جو تفریق کی جائے یا جس تفریق کے لیے ترغیب دی جائے، اس سے سب برابر کے بچاؤ کے حقدار ہیں"۔[20]

(۳)"ہر شخص کو ان افعال کے خلاف جو اس دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کو تلف کرتے ہوں، بااختیار قومی عدالتوں سے مؤثر

طریقے پر چارہ جوئی کرنے کا پورا حق ہے"۔[21]

(۴)"کسی شخص کو محض حاکم کی مرضی پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا"۔[22]

(۵)"ہر ایک شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کا تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے بارے میں مقدمہ کی سماعت آزاد اور غیر جانبدار عدالت کے کھلے اجلاس میں منصفانہ طریقے پر ہو"۔[23]

(۶)"ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری کا الزام عائد کیا جائے، بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے تاوقتیکہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع نہ دیا جا چکا ہو"۔[24]

اقوام متحدہ کے بنیادی انسانی حقوق کے منشور کی مذکورہ بالا دفعات قانونی دفاع کے لیے یکساں حقوق، منصفانہ سماعت کا حق اور غیر جانبدارانہ عدالتی نظام میں اپنے دفاع کا حق مہیا کرتی ہیں۔ اسلام میں مساوات کا تصور ایک وسیع تر اصطلاح ہے۔ اس سے مراد صرف معاشرتی مساوات نہیں ہے بلکہ قانونی مساوات بھی اس میں شامل ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قانون میں امیر اور غریب ہر ایک کے لیے ایک ہی سزا ہے۔ کسی کو نسل، خاندان اور قبیلے کی بنیاد پر قانون سے بالاتر قرار نہیں دیا جاتا۔ تمام انسان یکساں سزا کے حق دار ہیں اور ہر شخص کو اپنے دفاع میں صفائی کا موقع دیا گیا ہے۔ کسی شخص کو جرم ثابت ہوئے بغیر اس جرم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ کڑی سزاؤں میں جرم ثابت ہونے کی شرائط بھی اسی قدر کڑی ہیں۔ مثلاً جرم زنا کے ثبوت کے لیے عام سزاؤں کے برعکس دو گواہوں کے بجائے چار گواہوں کی گواہی کا ہونا ضروری ہے۔ پھر ان گواہوں کی صحت کردار کے لیے بھی شرائط الگ ہیں۔ گویا اسلامی قانون جرم کے پوری طرح ثابت ہوئے بغیر کسی کو سزا دینے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہر شخص کو جج کے سامنے اپنی برات پیش کرنے قانونی حق ہے۔

اسلامی قوانین کے اطلاق میں امیر اور غریب کا فرق بھی ہرگز ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ سیرت کے ایک واقعہ سے اسلام کے اس اصول پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ قبیلہ مخزومیہ کی فاطمہ نامی ایک عورت نے چوری کی۔ جس پر آنحضرت ﷺ سے حضرت اسامہ بن زید کے ذریعے اس عورت کی سفارش کی گئی کہ اس پر چوری کی حد کا نفاذ نہ کیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے جب یہ بات سنی تو غصہ کا اظہار فرمایا اور باقاعدہ خطبہ دیا۔ جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلی امتیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ ان میں سے جب کوئی شریف آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور سزا نہ دیتے اور جب کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے تھے۔ قسم ہے اللہ کی! اگر فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالوں گا"۔[25]

اسی طرح اگر اسلامی معاشرے کے کسی فرد پر ظلم ہو رہا ہو اور اس کی حق تلفی کی جارہی ہو تو وہ قاضی سے رجوع کرنے کا پورا حق رکھتا ہے۔ گویا کہ ایک حقیقی اسلامی معاشرے میں ہر شخص کو عدالت تک رسائی کا حق بھی حاصل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں مسلم ریاست کا سربراہ ایک مطلق العنان حکمران نہیں ہوتا۔ جس کے حکم پر کسی شخص کو صفائی کا موقع دیے بغیر اور جرم ثابت ہوئے بغیر سزا دی جاسکے۔ اسلامی ریاست کا سربراہ بھی اتنے ہی قانونی حقوق رکھتا ہے جتنے حقوق ایک عام شہری کو دیے گئے ہیں۔ اگر عدالت میں خلیفہ وقت کو طلب کیا جائے تو وہ وہاں

اس کو حاضر ہونے کا پابند بنایا گیا ہے۔اسلام میں قانونی مساوات کا تصور اس آیت کریمہ سے واضح ہو جاتا ہے:"يا أيها الذين آمنوا كونوا قوامين بالقسط شهداء لله ولو على أنفسكم أو الوالدين والأقربين إن يكن غنيا أو فقيرًا فالله أولى بهما فلا تتبعوا الهوى أن تعدلوا وإن تلووا أو تعرضوا فإن الله كان بما تعملون خبيرًا"-[26]،} اے اہل ایمان، کھڑے ہو جاؤ پوری قوت کے ساتھ عدل کو قائم کرنے کے لیے اللہ کے گواہ بن کر خواہ یہ) انصاف کی بات اور شہادت (تمہارے اپنے خلاف ہو یا تمہارے والدین کے یا تمہارے قرابت داروں کے۔چاہے وہ شخص غنی ہے یا فقیر، اللہ ہی دونوں کا پشت پناہ ہے تو تم خواہشات کی پیروی نہ کرو۔مبادا کہ تم عدل سے ہٹ جاؤ۔اور اگر تم توڑ مروڑ کرو گے یعنی غلط گواہی دو گے یا سچی گواہی دینے سے) پہلو بچاؤ گے تو (یاد رکھنا کہ اللہ تمہارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔)

4۔عورتوں کے حقوق:

اقوام متحدہ کے بنیادی انسانی حقوق کے منشور میں عورتوں کے حقوق کا جو تصور دیا گیا ہے وہ مجموعی طور پر اسلام میں عورت کے متعین کردہ حقوق میں سے چند مسائل میں متفق ہے جیسے عورت نکاح کرنے میں آزاد اور خود مختار ہے۔دفعہ نمبر 16 کی ذیلی دفعہ نمبر II میں ہے کہ:

نکاح فریقین کی پوری اور آزاد رضامندی سے ہوگا۔[27]

اس دفعہ میں شادی میں عورت کی رضامندی کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ اسلام میں عورت کے حق نکاح سے مکمل مطابقت رکھتی ہے۔کیونکہ اسلام میں بھی عورت کی رضامندی کو نکاح کی لازمی شرط کی حیثیت دی گئی ہے۔اقوام متحدہ کے عالمی منشور کا خطبہ حجۃ الوداع سے خواتین کو حقوق دلانے میں تو اسلامی نقطہ نظر سے اتفاق نظر آتا ہے۔مگر جب حقوق کی تفصیل کی بات کی جائے تو اس میں کئی مقامات پر تضاد نظر آتا ہے۔جیسے عورتوں کو نکاح کرنے میں مکمل آزادی حاصل ہے۔جب عورت اپنی مرضی سے کسی شخص سے نکاح کر لے تو نکاح کے بعد عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے۔الا یہ کہ مرد نے خود اس کو اختیار دیا ہو۔لیکن اقوام متحدہ کے عالمی منشور میں نکاح کرنے کی آزادی کے ساتھ ساتھ فسخ نکاح میں بھی عورت اور مرد کو یکساں اختیارات حاصل ہیں۔جیسے ملاحظہ ہو:" بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل ، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں"۔[28]

نکاح کو فسخ کرنے کے بارے میں مرد اور عورت کے حق کو برابر قرار دیا گیا ہے یہ بھی اسلامی تعلیمات سے مطابقت نہیں رکھتا اس لیے کہ اسلام مرد کو براہ راست طلاق کا جو حق دیتا ہے وہ عورت کو حاصل نہیں ہے اور انسانی حقوق میں مرد اور عورت کی مساوات کے نام پر یہ مطالبہ کیا جارہا ہے کہ مرد کی طرح عورت کو طلاق کے برابر کا قانونی حق دے کر عورت اور مرد کے درمیان مساوات قائم کی جائے ۔اسی طرح اسلام میں مرد و عورت نکاح کرنے، ازدواجی زندگی گزارنے اور نکاح فسخ کرنے کے سلسلے میں بھی یکساں حقوق نہیں رکھتے۔اگرچہ عورت کی رضامندی نکاح کی لازمی شرط ہے مگر صرف عورت کی رضامندی سے اس کے ولی کی رضامندی کے بغیر نکاح باطل قرار پاتا ہے۔گویا کہ

نکاح میں عورت اوراس کے ولی کی رضامندی دونوں لازمی ہیں۔اس کی تصدیق اس حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے:لا نكاح إلا بولي۔[29]ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔

اسلام میں عورت کے مساوی حق نکاح نہ رکھنے کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی عورت کے نکاح کے بارے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان میں فرمایا گیا ہے کہ ان کا نکاح کرو، یہ نہیں فرمایا کہ عورتیں اپنا نکاح کریں۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وأنكحوا الأيامى منكم۔[30]اور نکاح کرادیا کرو تم لوگ ان کے جو تم میں سے بے نکاح ہوں۔

اسی طرح ازدواجی زندگی گزارنے کے اعتبار سے بھی اسلام میں مرد و عورت برابر نہیں ہیں۔بلکہ مردوں کو قوام بنایا گیا ہے اور عورت کے لیے معروف کاموں میں شوہر کی اطاعت پر انتہائی زور دیا گیا ہے۔مردوں کو دی گئی اس فوقیت کا ثبوت خطبہ حجۃالوداع کے ان الفاظ سے ملتا ہے۔جب آپ ﷺ نے مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:استوصوا بالنساء خيرًا، فإنهن عندكم عوانٍ۔[31]} عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت)مجھ سے (لو اس لیے کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔

اسلام نے عورت کو طلاق کا حق نہیں دیا لیکن مطالبۂ طلاق کا حق دیا ہے جسے خلع کہا جاتا ہے اور اس مطالبہ حق کو پورا کرنا صرف خاوند پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر عورت کا مطالبہ جائز ہے اور مطالبہ کے وجوہ درست ہیں تو خاوند کے علاوہ تحکیم اور قضا کی صورت میں عورت کے اس مطالبہ کو تسلیم کرنے کے متبادل راستے موجود ہیں کیونکہ حکم اور قاضی عورت کا مطالبہ درست ہونے کی صورت میں خاوند کی مرضی کے بغیر بھی نکاح کو فسخ کر سکتے ہیں۔اس لیے اسلامی قانون کے بارے میں یہ تاثر درست نہیں ہے کہ اس میں عورت کو مکمل طور پر مرد کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے البتہ یہ بات درست ہے کہ اسلام نے مرد کو براہ راست طلاق کا حق دیا ہے لیکن عورت کو یہ حق بالواسطہ دیا ہے جو مرد اور عورت کی نفسیات میں واضح فرق کے باعث معقول اور منطقی ہونے کے ساتھ ساتھ خاندان کی بقا اور تحفظ کے لیے بھی ضروری ہے ۔اسی طرح فسخ نکاح میں بھی عورت اور مرد برابر حقوق نہیں رکھتے۔مرد طلاق دیتا ہے جبکہ عورت خلع مانگتی ہے۔مرد کے طلاق دینے میں عورت کی رضامندی شامل نہیں ہوتی۔عورت خواہ چاہے یا نہ چاہے اسے طلاق ہو جاتی ہے۔لیکن خلع لینے میں عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرد کو راضی کرے اگر مرد راضی نہ ہو تو پھر عدالت سے رجوع کیا جاتا ہے اور عدالت جو فیصلہ کرتی ہے وہ دونوں کو قبول کرنا ہوتا ہے۔

بہر حال خاندانی قوانین کے حوالہ سے مغربی فلسفہ اور اسلامی تعلیمات کے درمیان یہ ایک بنیادی تنازعہ ہے جو انسانی حقوق کے منشور کی اس دفعہ کی بنیاد پر کھڑا ہوا ہے اور مسلسل جاری ہے۔اس کے ساتھ ہی عورت اور مرد میں مکمل مساوات کے حوالہ سے ایک اصولی بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ مرد اور عورت کے بارے میں قوانین، احکام اور معاشرتی روایات کے فرق کو ''جنس کی بنیاد پر امتیاز'' قرار دیا جاتا ہے اور جنس کی بنیاد پر امتیازی قوانین کے مکمل خاتمہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔اس کا بنیادی تصور یہ ہے کہ حکم، قانون اور ضابطہ کے باب میں مرد اور عورت کے سلسلہ میں کوئی فرق نہیں ہونا چاہیے اور جہاں بھی کوئی فرق موجود ہے اسے امتیازی قانون یا امتیازی رویہ قرار دے کر اس کے خاتمہ پر زور دیا جانا چاہیے۔اس ضمن میں بات کو سمجھنے کے لیے ان چند پہلوؤں پر نظر ڈال لی جائے تو ''امتیازی قوانین'' کے خاتمہ کا یہ مؤقف مزید

واضح ہو جاتا ہے ۔

خطبہ حجۃ الوداع میں عورتوں کے جن حقوق کاذکر کیا گیا ہے۔وہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں دیے گئے مفہوم سے وسیع تر مفہوم رکھتے ہیں۔اقوام متحدہ کے منشور میں عورتوں کی آزادی کا نعرہ تو زور وشور سے لگایا گیا ہے مگر ان کے حقوق کا تعین نہیں کیا گیا۔یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ مردوں کے عورتوں پر اور عورتوں کے مردوں پر کیا حقوق ہیں؟اس کے برعکس اسلام میں اس کی پوری تفصیلات ملتی ہیں۔عورتوں کے حقوق کی اہمیت پر زور دینے کے لیے خطبہ حجۃ الوداع میں بھی ان کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے:

"حضرت عمرو بن احوص فرماتے ہیں کہ وہ حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور وعظ و نصیحت فرمائی۔پھر فرمایا عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت) مجھ سے (لو اس لیے کہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں۔تم ان سے جماع کے علاوہ اور کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔الا یہ کہ وہ کھلی بدکاری کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو ان کو بستروں میں اکیلا چھوڑ دو یعنی اپنے ساتھ مت سونے دو۔)اور انہیں مارو لیکن سخت نہ مارو(کہ ہڈی پسلی توڑ دو۔)پھر اگر یہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے لیے اور راہ نہ تلاش کرو۔تمہارا حق عورتوں پر ہے اور تمہاری عورتوں کا حق تم پر ہے۔تمہارا بیویوں پر یہ حق ہے کہ تمہارا بستر اسے نہ روندنے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو۔یعنی تمہاری اجازت اور مرضی کے بغیر گھر نہ آنے دیں اور جس کو تم ناپسند کرتے ہو اسے تمہارے گھر آنے کی اجازت نہ دیں اور سنو!ان کا تم پر یہ حق ہے کہ تم لباس اور کھانا دینے میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو"۔[32]

اسلام مرد اور عورت دونوں کے حقوق و فرائض کی بات کرتا ہے۔جہاں عورتوں کو حقوق دیتا ہے وہی کچھ پابندیاں بھی لگاتا ہے۔اسلام میں عورت کو وراثت کا حق دیا گیا ہے۔لیکن اقوام متحدہ کا عالمی منشور اس مسئلہ میں مکمل خاموش ہے۔لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی عقل کا تیار کردہ قانون نامکمل ہے جبکہ الہامی قانون ہی درست ہے۔

5۔ تنظیم سازی یا معاشرتی آزادی کا حق:

اقوام متحدہ کے منشور میں مذکور ہے کہ:

((1"ہر شخص کو پرامن طریقے پر ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے"۔[33]

(2)"کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے کے لیے مجبور نہیں کیا جاسکتا"۔[34]

مذکورہ بالا دفعات کا اسلامی تعلیمات سے کوئی اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ معاشرے کی سیاسی گروہ بندی جناب نبی اکرم ﷺ کے دور میں بھی موجود تھی۔جیسے پہلے قبائل کے درمیان گروہ بندی تھی ویسے ہی قریش میں سیاسی معاملات کی انجام دہی مختلف شعبوں میں مختلف خاندانوں کے سپرد تھی۔"جس کا اظہار نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت مہاجرین،انصار اور خاندان نبوت کے الگ الگ گروہوں کا سیاسی مؤقف الگ الگ شکل میں سامنے آیا۔انصار مدینہ نے اپنے طور پر خلیفہ کا انتخاب کرنا چاہا۔مگر مہاجرین نے ان سے اختلاف کیا اور حضرت علی نے خاندان نبوت کی طرف سے مہاجرین اور انصار کے فیصلہ پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔جس کی تفصیلات میں جائے بغیر اصولی طور پر یہ بات

معلوم ہوتی ہے کہ اجتماعی و سیاسی مسائل پر الگ الگ گروہوں کی صورت میں مؤقف اختیار کرنے یا اختلاف کرنے اور اس کے لیے جد وجہد کرنے کی عملی شکل اس دور کے اسلامی معاشرہ میں بھی موجود تھی۔ اسی کی ترقی یافتہ صورت کو اگر جماعت سازی کی بنیاد سمجھ لیا جائے تو اس میں کوئی اشکال نظر نہیں آتا۔ البتہ اس انجمن سازی کا بنیادی اصول قرآن نے بیان فرمایا: وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان۔[35] نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو"۔

اسلامی تعلیمات میں ہر انجمن اور تنظیم سازی کی اجازت ہے۔ لیکن جب کوئی تنظیم امن عامہ میں نقص پیدا کرے یا فساد فی الارض پر اتر آئے تو اس وقت اسلامی ریاست کو متعلقہ گروہ کے خلاف جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

6۔ حکومتی وسائل وذرائع میں مساویانہ طور پر تمام شہریوں کا حق:

اقوام متحدہ کے منشور کی دفعہ نمبر 25 کی ذیلی دفعہ نمبر I میں مذکور ہے: "ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات شامل ہیں۔ بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا یا ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے"۔[36]

دفعہ نمبر 25 کی ذیلی دفعہ نمبر I میں "معیار زندگی" اور "معاشی تحفظ" کے حوالہ سے بات کی گئی ہے۔ "معیار زندگی کے بارے میں یہ بات سامنے رہنا ضروری ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ کے بعد جب سیدنا صدیق اکبر خلیفہ منتخب ہوئے تو اصحاب شوریٰ نے دو اصولی فیصلے کیے ایک یہ کہ خلیفہ کے اوقات امور حکومت میں صرف ہوں گے اور وہ اپنا کوئی کاروبار وغیرہ نہیں کر سکیں گے اس لیے ان کے اور ان کے گھر کے اخراجات بیت المال کے ذمہ ہوں گے۔ دوسرا فیصلہ یہ کہ ان کے اخراجات کا تعین اس بنیاد پر ہوگا کہ وہ مدینہ منورہ کے ایک عام شہری کے معیار کے مطابق اپنے گھر کے اخراجات چلا سکیں گیں"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں حکمرانوں اور عام شہریوں کا معیار زندگی یکساں ہونا چاہیے۔ یہ اس دور میں معاشرتی امتیاز کی علامات تھیں جب اہل مغرب ذلت اور رسوائی کی زندگی گزار رہے تھے اور اس دور میں انسانی حقوق کی بات کی گئی اور یہ ایک عام شہری کو حاکم وقت کے برابر بنیادی سہولیات مہیا کی گئیں۔

بیت المال سے عام لوگوں کے وظیفے مقرر کرنے میں حضرت ابو بکر کی رائے یہ تھی کہ وہ برابری کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ دینی درجات یا فضیلت کو وجۂ ترجیح نہیں بننا چاہیے جبکہ حضرت عمر کی رائے تھی کہ فضیلت اور درجات کے لحاظ سے وظائف کی درجہ بندی ہونی چاہیے۔ صدیق اکبر نے اپنے دور میں وظائف اور وسائل کی تقسیم بالکل برابری کی بنیاد پر کی۔ مگر حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں یہ طریقہ تبدیل کر کے درجہ بندی کر دی اور امہات المؤمنین، مہاجرین، انصار اور دیگر حوالوں سے مختلف گریڈ (Grade) طے کر کے ان کی بنیاد پر وظائف تقسیم کیے۔ امام ابو یوسف نے "کتاب الخراج" میں لکھا ہے کہ آخری سال حضرت عمر نے اس درجہ بندی کے معاشرتی نقصانات دیکھتے

ہوئے یہ فرمایا کہ مجھے یہ بات سمجھ آئی ہے کہ اس کے بارے میں حضرت ابو بکر کی رائے درست تھی۔اس لیے اگلے سال سے اس کے مطابق عمل کروں گا۔[37]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ اسلامی ریاست میں معاشرتی طبقات اور درجہ بندی کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے اور معاشرتی یکسانیت قائم رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

''بیت المال'' جناب نبی اکرم ﷺ کے دور میں ہی موجود تھا۔ جس کے ذریعہ سے معاشرہ کے معذور اور ضرورت مند افراد کی مدد کی جاتی تھی۔جناب نبی اکرم ﷺ بیت المال کی رقوم سے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے تھے۔ مظلوم لوگوں کو تاوان میں پھنس جانے پر مدد بھی کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روایت میں مقتول کی دیت بھی بیت المال سے ادا کرنے کا ذکر ملتا ہے۔بیت المال کے حوالہ سے چند احادیث ملاحظہ ہوں: من ترك مالًا فلورثته، ومن ترك كلا فإلينا۔[38] جس نے مال چھوڑا وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے قرض چھوڑا وہ میرے ذمہ ہے۔جب کسی شخص کا جنازہ لایا جاتا تو آپ دریافت فرماتے کہ اس نے اپنے دین (قرض) کی ادائیگی کے لیے اتنا مال چھوڑا یا نہیں کہ اس کا دین ادا ہو سکے ؟ اگر آپ سے کہا جاتا کہ اس نے اتنا مال چھوڑا ہے کہ اس کا قرض ادا ہو جائے تو آپ ﷺ اس پر نماز پڑھتے ورنہ آپ مسلمانوں سے فرماتے کہ اپنے بھائی پر نماز پڑھو،جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر فتوحات کھولیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں مومنوں کا ان کی ذات سے بھی زیادہ خیر خواہ ہوں اگر کوئی مسلمان مر گیا اور اس نے قرض چھوڑا تو اس کا میں ذمہ دار ہوں اور اگر مال چھوڑے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے۔[39] اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: میں ہر مومن کو اس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں جو مومن مال چھوڑ کر مرا وہ اس کے گھر والوں کے لیے ہے اور جو مومن قرض یا بچے چھوڑ جائے اس کی تربیت و پرورش اور ان کے خرچ کی ذمہ داری مجھ محمد ﷺ پر ہے۔[40]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست صحیح معنوں میں ایک فلاحی ریاست ہے جو مملکت کے تمام باشندوں کی ضروریات زندگی فراہم کرنے اور ان کی کفالت کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔اقوام متحدہ کے منشور کی اسلام سے مطابقت رکھنے والی جن شقوں کا ذکر کیا گیا ہے ان کے علاوہ بعض اور دفعات بھی اسلامی تعلیمات سے مطابقت رکھتی ہیں۔ مثلاً

معاشرتی حقوق کا تحفظ:

دفعہ نمبر 22 جس میں ہے: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ حاصل ہے۔[41]

آزادانہ نقل و حرکت کا حق:

دفعہ نمبر 13 ذیلی دفعہ نمبر I کے مطابق: "ہر شخص کا حق ہے کہ اسے ہر ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور سکونت اختیار کرنے کی آزادی ہو"۔[42]

شہریت کا حق:

اسلام بھی ہر شخص کو شہریت دینے کا حق دیتا ہے۔ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ کسی بھی ملک میں رہ سکتا ہے۔کسی ملک کی شہریت اختیار کر سکتا

ہے۔ بالکل اسی طرح اقوام متحدہ کے دفعات میں بھی ان حقوق کا تذکرہ ملتا ہے۔ ملاحظہ ہو

(1) "ہر شخص کو اس بات کا حق ہے کہ وہ ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے"۔[43]

(2) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔[44]

(3) "کوئی شخص محض حاکم کی مرضی پر اپنی قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور اس کو قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار نہ کیا جائے گا"۔[45]

دوسرے ممالک میں پناہ لینے کا حق:

دفعہ نمبر 14 ذیلی دفعہ نمبر I کے مطابق: "ہر شخص کو ایذا رسانی سے دوسرے ملکوں میں پناہ ڈھونڈنے اور پناہ مل جائے تو اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے"۔[46]

اسی طرح ایک اور دفعہ جو بالکل اسلامی قوانین سے مطابقت رکھتی ہے کہ کوئی بھی جرم کا ارتکاب کرے تو وہ دوسرے ملک میں پناہ نہیں لے سکتا۔ جیسے دفعہ نمبر 14 ذیلی دفعہ نمبر 2 میں ہے۔

"یہ حق ان عدالتی کارروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں لایا جا سکتا جو خالصاً غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصول کے خلاف ہیں"۔[47]

نتائج تحقیق:

مذکورہ صفحات میں ہونے والی بحث سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ:

1۔ خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کی اقوام متحدہ کے منشور کی نسبت زیادہ بہتر طور پر وضاحت کرتا ہے اس لیے اقوام متحدہ کے منشور کی نسبت خطبہ حجۃ الوداع کا عملی پہلو زیادہ نمایاں ہے کیونکہ مبہم بات پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے۔

2۔ خطبہ حجۃ الوداع سے عورتوں کے حقوق و فرائض، مسلم رعایا کے فرائض، لوگوں کے باہمی سلوک اور تعلق اور اسلام میں قرآن و سنت کی بنیادی حیثیت کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس اقوام متحدہ کے منشور میں مرد و عورت کے حقوق و فرائض کی وضاحت نہیں کی گئی۔ تصور مساوات کو واضح انداز میں پیش نہیں کیا گیا اور بے لگام آزادی کا تصور دیا گیا ہے۔

3۔ خطبہ حجۃ الوداع انسانوں کے لیے منبع ہدایت ہے لیکن اقوام متحدہ کا بنیادی انسانی حقوق کا منشور جو انسانوں ہی کے ہاتھوں بنایا گیا ہے۔ انسان کی صحیح راہنمائی نہیں کرتا بلکہ اس میں غیر فطری مساوات و آزادی کا جو تصور دیا گیا ہے۔ اس کا کسی معاشرے میں رواج پا جانا جلد یا بدیر اس معاشرے کی تباہی کا سبب بن سکتا ہے۔ اس بات سے خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کے بنیادی انسانی حقوق کے منشور کے درمیان عظیم الشان فرق کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

سفارشات:

1۔ خطبہ حجۃ الوداع اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے تقابلی مطالعہ کے بعد عالم اسلام کے محققین، دانشور، علماء اور سکالرز حضرات مغرب کے حقوق سے متعلق دساتیر اور مناشیر کے مقابلہ میں خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کریں۔

2۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ مغرب اور اسلام کے مابین کم از کم انسانی حقوق سے متعلق مشترک نکات کو عوام کے سامنے لا کر انسانی حقوق کی پامالی کا تحفظ کیا جاسکے۔

3۔ مابعد آنے والے محققین بھی اپنا تحقیق میں حصہ ڈالتے ہوئے خطبہ حجۃ الوداع کے نکات کا موازنہ مغرب کے دیگر دساتیر کی دفعات سے کریں۔

References

1 Abu Muhammad Abdullah Bin Abdur Rahman , Musnad al-Darimi Al-Maroof Sunan al-Darimi,Vol:1 Hadith No. 233.

2 Khan, Muhammad Zafar ullah, Islam and human right, International publication, Tilford, UK, 1999, P6.

3 Dalacoura, Katerina, Islam, liberalism and human rights, New York: I-B Tauris publishers, 1998, P-6.

4 Henry, Marsh, Documents of liberty, MW Books England, 1971, P-51.

5 Sills, David encyclopedia of social science, The macmillan company, New Yark, 1972, V.S, P-540

6 Ibrahim bin Musa bin Muhammad Al-Lakhmi, the famous Al-Shatby, *Al Muafaqat*, 1st ed., vol. 2 (Saudi Arabia: Dar Ibn-e-Affan, 1417), 378.

7 Taha Kiashi, Al dhimh walhaqu walailtizam watathyrha bialmawt fi al Fiqh al Islamy, (Riaz, Saudi Arabia: Maktaba al Harmain, 1409), 69.

8 Abu al Abbas Shahab ul Deen Ahmad bin Idrees, *Al Furuq = Anwar al buruq fi Anwa al Furuq*, vol. 1 (Beirut, Lebanon: Aalam ul Kutab), 141.

9 Yahya Rahavi, Hashyah ely Sharah Manar ul Anwar fi Asool al Fiqh, (Egypt: Aetayeah ul Usmaniah, 1315), 886.

10 The disputed provisions are as follows: Section No. 1, Section No. 4, Section No. 5, Section No. 16, Section No. 18, Section No. 19, Section No. 21, Sub-Section A, B, Section No. 25, Sub-Section B, Section No. 27, Sub-Section No. A.

11 Suhaib Abdul Jabbar, *al-Jaami' al-Sahih Lil Sunan w Al-Masanid*, vol. 31, 2014, 421.

12 Universal Declaration of Human Rights, United Nations, Article 2.

13 Suhaib Abdul Jabbar, *al-Jaami' al-Sahih Lil Sunan w Al-Masanid*, 31:421.

14 "Al-Hujraat," vol. 49, v. 13.

15 Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Juʿfī, *al-Jaami' al-Sahih al-Musnad al-Mukhtasar min Umuri Rasooli-llahi wa sunanihi wa Ayyaamihi*, Kitab ul Ilam, Bab Qawl al Nabii Salaa allh ealayh wasalama: Ruba mubalagh 'aweaa min samie (Hadith No. 67), 2nd ed., vol. 1, Kutub al-Sittah (Riyadh, Saudi Arabs: Dar Al Salam for publication and distribution, 1419), 24.

16 Article 3 of the Universal Declaration of Human Rights.

17 Article 12 of the Universal Declaration of Human Rights.

18 Article 17 of the Universal Declaration of Human Rights.

19 Article 6 of the Universal Declaration of Human Rights.

20 Article 7 of the Universal Declaration of Human Rights.

21 Article 8 of the Universal Declaration of Human Rights.

[22] Article 9 of the Universal Declaration of Human Rights.
[23] Article 10 of the Universal Declaration of Human Rights.
[24] Universal Declaration of Human Rights, Section 11, b.
[25] Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Juʿfī, *Sahīh al-Bukhārī*, Kitab 'Ahadith al'Anbia', Bab hadith alghar, (Hadith No. 3475), 4:175.
[26] "An-Nisa," vol. 4, v. 135.
[27] Universal Declaration of Human Rights, Section 16 (2).
[28] Universal Declaration of Human Rights, Section 16 (1).
[29] Ibn Majah. Abū 'Abdillāh Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah al-Rab'ī al-Qazwīnī, *Sunan Ibn Mājah*, Kita ul Nikah, Bab La Nikaha illah Biwliin, (Hadith No. 1880), vol. 1, Kutub al-Sittah (Riyadh, Saudi Arabs: Dar Al Salam for publication and distribution), 605.
[30] "An-Noor," vol. 24, v. 32.
[31] Ibn Majah Abū 'Abdillāh Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah al-Rab'ī al-Qazwīnī, *Sunan Ibn Mājah*, Kitab ul Nikah, Bab Haqi almar'at ealaa alzawj, (Hadith No. 1851), 1:594.
[32] Ibn Majah Abū 'Abdillāh Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah al-Rab'ī al-Qazwīnī, Kitab ul Nikah, Bab Haqi almar'at ealaa alzawj, (Hadith No. 1851), 1:594.
[33] Universal Declaration of Human Rights, Article 20 (1).
[34] Universal Declaration of Human Rights, Article 20 (2).
[35] "Al-Meada," vol. 5, v. 02.
[36] Universal Declaration of Human Rights, Article 25 (1).
[37] Qazi Abu Yousaf, *Kitab ul Khiraj*, trans. Moulana Niaz Ahmad (Pakistan, Lahore: Maktaba Rahmania, n.d.), 132.
[38] Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Juʿfī, *Sahīh al-Bukhārī*, Kitab fi al Iastiqrad wa'ada' alduyun walhajr waltaflis, Bab al Salaat ealaa man tarak daynan, (Hadith No. 2398), 3:118.
[39] Abū ʿAbd Allāh Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Juʿfī, Kitab al Nafaqat, Bab Qawl al Nabii Salaa allh ealayh wasalama: Man tarak kallan 'aw dayaean fa'iilaya, (Hadith No. 5371), 7:67.
[40] Abū al-Ḥusayn 'Asākir ad-Dīn Muslim ibn al-Ḥajjāj ibn Muslim ibn Ward ibn Kawshān al-Qushayrī an-Naysābūrī, *Al-Musnadu Al-Sahihu al-Mukhtasar bi Naklil Adli Anil Adli Ila Rasooli-llahi*, Kitab al Jumuea, Bab Takhfeef al Salat wa Alkhutbah, (Hadith No. 867), 2nd ed., vol. 2, Kutub al-Sittah (Riyadh, Saudi Arabs: Dar Al Salam for publication and distribution, 1421), 592.
[41] Article 22 of the United Nations Charter.
[42] United Nations Charter, Article 13 (1).
[43] United Nations World Charter, Article 13 (2).
[44] Article 15 (1) of the United Nations Charter.
[45] Article 15 (2) of the United Nations Charter.
[46] United Nations Universal Charter, Article 14 (1).
[47] United Nations Universal Charter, Article 14 (2).